© rasailojaraid.com

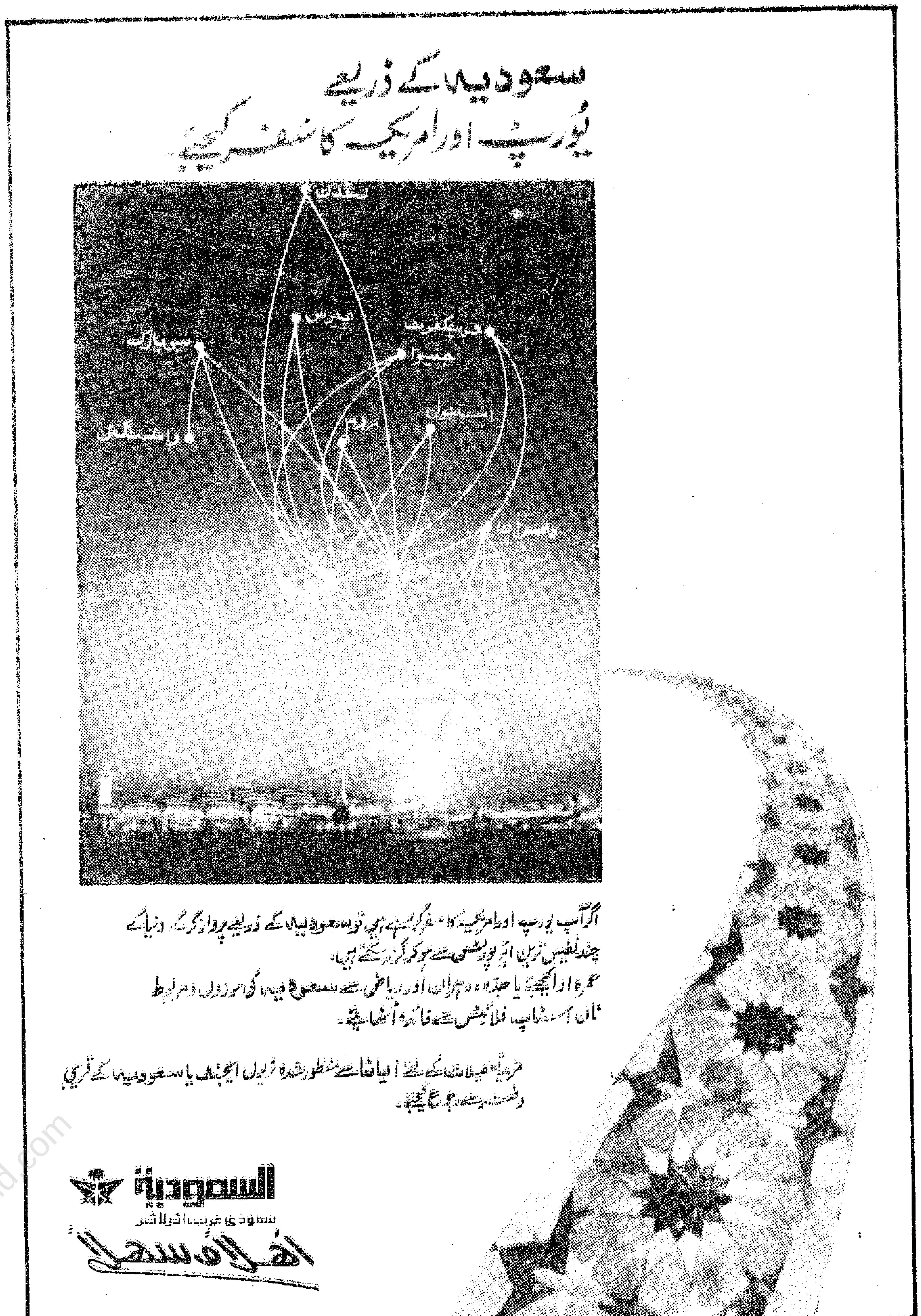

SV. 1492 ORIENT

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ نذیر حسین، مدیر اُردو دائرہ معارف اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

حافظ ابو العلاء الھمذانی

نامور محدّث اور صوفی

یاقوت الرومی نے عرب ادیبوں، نحویوں، لغویوں اور شاعروں کے حالات میں ایک مبسوط کتاب معجم الادباء بیس جلدوں میں لکھی ہے۔ اس کتاب کی آٹھویں جلد میں انھوں نے چھٹی صدی ہجری کے مشہور محدّث اور صوفی حافظ ابو العلاء الھمذانی کے دلچسپ اور اثرانگیز احوال لکھے ہیں، جس کی ضروری تلخیص پیش خدمت ہے۔ (شیخ نذیر حسین)

حافظ ابو العلاء الھمذانی کا پورا سلسلہ نسب یہ ہے : ابو العلاء الحسن بن احمد ابن محمد بن سہل بن سلم بن عشکل بن اسحاق العطاء الھمذانی، عشکل عربوں کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ وہ ۴۸۸ھ میں جنوبی ایران کے مشہور شہر (ہمذان) میں پیدا ہوئے۔ ہمذان ایران کا قدیم ترین شہر ہے، جس کا ذکر تورات میں احمنا کے نام سے بھی آیا ہے۔ یہاں ابن سینا کی قبر بھی ہے، مشہور ادیب اور انشاپرداز بدیع الزمان بھی اس سرزمین سے تعلق رکھتے تھے۔

ابو العلاء بچپن ہی سے نہایت ذہین فطین تھے۔ انھوں نے ایک قاری سے قرآن مجید صرف سورہ یوسف تک حفظ کرکے باقی قرآن مجید ایک بار خود بخود حفظ کرلیا۔ باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا تو انھوں نے ایک دن میں نحو میں شیخ عبد القادر جرجانی کی کتاب الجمل یاد کرلی۔ اس کے بعد انھوں نے جمہرۃ اللغۃ (ابو بکر بن درید)، کتاب الجمل (ابن فارس) اور کتاب النسب (زبیر بن بکار) جیسی امہات کتب بالکل حفظ کر ڈالیں۔ اس کے بعد وہ علوم دینیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور ان علوم میں کمال حاصل کیا۔ لوگوں نے ابو العلاء سے پوچھا کہ آپ نے زیادہ تر علوم قرآن اور حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے، انھوں نے جواب دیا کہ میں نے ابتدائی عمر میں دیکھا کہ اکثر لوگ ان علوم کے درس و تدریس سے رغبت اور اکابر علماء سے ملاقات کا شوق نہیں رکھتے، اس لیے میں نے اپنی ساری عمر علوم دین کے حصول میں صرف کردی ہے۔

حافظ ابو العلاء دن کو کتابت حدیث یا اس کے مطالعہ میں مصروف رہتے یا طلبہ کو پڑھاتے رہتے یا قرآن پاک کسی سے سنتے رہتے۔ انھوں نے رات کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصے میں تصنیف و تالیف کا کام کرتے، دوسرے حصے میں غور و فکر کرتے اور تیسرے حصے میں استراحت فرماتے۔ جب وہ سو کر اٹھتے تو کچھ ا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باکریم یا کریم آکر پڑھتے ۔ وہ غریبوں اور حاجت مندوں کی کھلے دل سے امداد کرتے چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کا گھر رہن تھا ۔

حافظ ابوالعلاء کو علم حدیث سے بے حد شغف تھا ۔ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص مجھے ایسی حدیث سنائے جو مجھ تک نہ پہنچی ہو تو میں اس کا منہ سونے سے بھر دوں گا ۔ اس کے باوجود وہ مجمع عام میں حدیث کی روایت او[ر] اس کی تشریح و تفسیر سے محترز رہتے ان کو ڈر لگا رہتا کہ سناتے وقت حدیث کے الفاظ میں کمی بیشی نہ ہو جاتے وہ شدت سے سنت پر عمل کیا کرتے تھے ۔ اگر کوئی شخص چاہے وہ کتنا ہی بڑا ہو، سنت کے خلاف کام کرتا تو اس کو فوراً ٹوک دیتے ۔ ایک دفعہ سلطان محمد، حافظ ابوالعلاء سے ملنے آیا ۔ انہوں نے سلطان کو بہت سی نصیحتیں کیں اور جب سلطان جانے لگا تو انہوں نے اس کو تاکید کی کہ وہ سب سے پہلے اپنا دایاں پاؤں باہر نکالے او[ر] دائیں جانب سے راستہ پکڑے ۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک کے نام باوضو لکھتے ۔

حافظ ابوالعلاء کے علم و فضل اور دینداری و پرہیزگاری کی ساری اسلامی دنیا میں دھوم تھی ۔ دور دور سے طلبہ تحصیل علم کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک دفعہ ایک مراکش عالم ان کی علمی شہرت سن کر ا[ن] کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک قصیدہ پیش کیا جس کا مطلع ہے ۔

سعی الیک علی قرب و من بعد من کان ذا رغبة فی العلم و سند

(دور و نزدیک سے کشاں کشاں ان کے پاس علم کے شائق اور سند حدیث کے متوالے آ رہے ہیں)

امام ابوالمبارک المقری الشیرازی نے حافظ ابوالعلاء کی مدح میں یہ شعر کہا ہے :-

سار سیر الشمس فی کل موطن وهب هبوب الریح فی الشرق والغرب

(سورج کی طرح ہر جگہ ان کا ذکر جاری و ساری ہے اور ہوا کی طرح وہ مشرق و مغرب پر چھائے ہوئے ہیں)

حافظ ابوالعلاء خدا رسیدہ بزرگ اور ولی کامل تھے ان کے معاصرین ان کے علم و فضل اور تقویٰ و دیا[نت] کے بے حد مداح تھے ۔ حافظ ابوجعفر اپنے زمانے کے ممتاز محدث تھے ۔ وہ فرمایا کرتے کہ اگر روز قیامت مجھ سے پوچھا گیا کہ تم اپنے ساتھ کیا لائے ہو تو میں حافظ ابوالعلاء کو پیش کر دوں گا ۔ ایک وقت حافظ ابوا[لقاسم] اسمٰعیل بن محمد اصفہان کی جامع مسجد میں محدثین کی ایک جماعت کو حدیث کی املا کرا رہے تھے کہ ناگہاں حافظ ابوا[لعلاء] تشریف لے آئے تو حافظ ابوالقاسم نے املا بند کر کے حاضرین سے کہا کہ جس نے اس صدی کے مجدد کو دیکھنا [ہو] وہ حافظ ابوالعلاء کو دیکھ لے تو تمام حاضرین نے اٹھ کر ان سے مصافحہ کیا ۔ حافظ ابوطاہر السلفی اسکندریہ کے مش[ہور] محدث تھے ۔ ان کی مجلس درس میں ایک دفعہ حافظ ابوالعلاء کا ذکر آیا تو حافظ سلفی نے کہا کہ دینداری نے ان[ہیں] سرفراز کیا ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حافظ ابوالعلاء مستجاب الدعوات تھے۔ خلیفہ عباس ــــــ لامر اللہ ان کا بڑا معتقد تھا اور خط میں انہیں وارث علم الانبیاء۔ اور حافظ شرع المصطفیٰ لکھا کرتے تھے اور ہمیشہ ان سے طالب دعا رہتا تھا، لیکن حافظ صاحب نے کبھی بھی کوئی عطیہ یا صلہ اور انعام قبول نہیں کیا بلکہ بغداد چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے گئے۔ ان کے کشف و کرامات کے بہت سے واقعات مذکور ہیں۔ استاد بہلہ حافظ ابوالعلاء کے گھر کے لیے آٹا پیسا کرتے تھے۔ ایک دن بہلہ آٹا پیس کر لا رہے تھے کہ راستے میں ایک درویش نے اس سے تھوڑا سا آٹا مانگا، لیکن اس نے نہ دیا۔ جب وہ حافظ صاحب کی خدمت میں آٹا پیس کر لایا تو انھوں نے کہا کہ اگر تم اس درویش کو مٹھی دو مٹھی آٹا دے دیتے تو تمہارا کیا بگڑتا۔ بہلہ نے توبہ کی اور ان کی کرامت کا قائل ہو گیا۔

شیخ مسعود النعال ایک صوفی بزرگ تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ دعا کے لیے حافظ ابوالعلاء کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حافظ صاحب پہلے سے ذکر فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو جس نطفہ سے کوئی جاندار پیدا کرنا منظور ہوتا ہے، وہ ضرور پیدا ہو کر رہتا ہے۔ شیخ مسعود یہ سن کر رو پڑے، لوگوں نے وجہ پوچھی تو شیخ مسعود نے جواب دیا کہ میں بے اولاد ہوں اور میں حافظ صاحب سے دعا کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک لڑکا ارزانی فرمائیں۔ چنانچہ حافظ صاحب نے بچے کی پیدائش کے لیے دعا کی اور اپنا بچا کھچا کھانا عنایت فرمایا کہ وہ اسی اہلیہ کو جا کر کھلا دیں، چنانچہ ایک مدت کے بعد شیخ مسعود کے ہاں حافظ صاحب کی دعا سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔

حافظ ابوالعلاء کا ایک خادم تھا، جس نے ان کی دس برس خدمت کی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے اس عرصے میں حافظ صاحب کی بہت سی کرامتیں دیکھیں۔ ایک دفعہ وہ نماز تہجد کے لیے وضو کرنے کے لیے اٹھے اور پانی مانگا۔ میں نے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو وہ سونے کے پانی سے بھرا ہوا نکلا، جس کی چمک دمک سے سارا گھر روشن ہو گیا۔ میں یہ دیکھ کر چیخ اٹھا اور حافظ صاحب کو ڈول دکھایا تو انھوں نے انا للہ اور استغفر اللہ پڑھا اور کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں پھر میرے ہاتھ سے ڈول لے کر اس کو کنوئیں میں گرا دیا اور دوبارہ خالی پانی نکال لیا اور مجھے تاکیداً کہا کہ اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

شیخ عمر بن سعد بیان کرتے تھے کہ وہ اور حافظ ابوالعلاء ہم سفر تھے اور کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ہمیں ایک محدث ملے۔ حافظ ابوالعلاء نے اپنی مسموعات کا ایک جزء نکال کر ان کی قرأت شروع کر دی۔ قرأت سے فارغ ہو کر ہم اپنے اپنے راستے کی طرف چل دیئے ذرا آگے چل کر ایک نہر دکھائی دی جسے عبور کرتے ہوئے وہ جزء پانی میں گر گیا۔ حافظ صاحب کو بہت غم و افسوس ہوا۔ ناگہاں ایک بزرگ قبول صورت کہیں سے نمودار ہوتے۔ انھوں نے حافظ صاحب سے ان کے غم و اندوہ کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے اس جزء کے ضائع ہونے کا ذکر کیا۔ اس بزرگ نے کہا کہ اب قلم لے کر اپنی ضائع شدہ مسموعات لکھنا شروع کر دو۔ وہ بزرگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھواتے جاتے تھے اور حافظ صاحب لکھتے جاتے تھے اور تعجب سے دیکھتے بھی جاتے تھے۔ جب املا ختم ہو چکی تو حافظ صاحب نے اس بزرگ کا دامن پکڑتے ہوئے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ جواب ملا کہ میں تمہارا بھائی (حضرت) خضر ہوں۔ اس کے بعد وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔

حافظ ابوالعلاء کی اہلیہ کا بیان ہے کہ ان کے گھر کے اوپر ایک کمرہ تھا جس کے دروازوں کو بند کر کے رات اور دن کے بیشتر اوقات میں حافظ صاحب تن تنہا خود گزین رہا کرتے تھے اور میں اکیلی اداس اور پریشان ہو کر وقت گذارتی تھی۔ ایک دن مجھے شوق چرایا کہ میں اوپر جا کر دیکھوں تو سہی کہ وہ اکیلے بیٹھے کیا کرتے رہتے ہیں، چنانچہ میں ہمت کر کے اوپر چڑھ گئی۔ چڑھتے چڑھتے میں نے دیکھا کہ ہر جگہ نور ہی نور چھایا ہوا ہے، جس سے گھر کا کونا کونا روشن ہے۔ میں نے دروازے کی درزوں سے دیکھا کہ حافظ صاحب ایک جگہ تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد ایک جماعت کچھ پڑھ رہی ہے، مجھ کو پڑھنے والوں کی دھندلی سی شکلیں نظر آ رہی تھیں اور مدھم سی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر ڈر گئی اور بے ہوش ہو گئی میں کچھ دیر کے بعد ہوش میں آ گئی تو دیکھا کہ حافظ صاحب میرے سر پر کھڑے ہیں اور محبت سے پوچھ رہے ہیں کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ میں نے سارا قصہ سنا دیا۔ کہنے لگے کہ اگر میری خوشنودی چاہتی ہو تو اس منظر کو کسی پر ظاہر نہ کرنا، چنانچہ میں نے اس واقعہ کو عمر بھر چھپائے رکھا ہے اگرچہ اس خوف، دہشت اور گھٹن سے میں خود بیمار پڑ گئی اور اپنے والدین کے گھر علاج کے لیے چلی گئی۔ انکی بیوی کے بھائی کا بیان ہے کہ میری بہن کی موت کا سبب یہی واقعہ تھا۔ ان کے علاوہ ان کے بہت سے کاشفات اور کرامات بھی ہیں۔

جب حافظ ابوالعلاء کا آخری وقت آیا تو ان کے بعض مریدوں نے انہیں کلمہ شہادت کی تلقین کرنا چاہی لیکن ان کی ہیبت کی وجہ سے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی پھر اس میں گستاخی اور بے ادبی کا بھی احتمال تھا۔ آخر ان کے ایک مرید نے سورہ یٰسین شروع کر دی۔ اتفاق سے اس مرید نے ایک جگہ پڑھنے میں غلطی کر دی۔ حافظ صاحب نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور غلطی کی تصحیح کر دی ہمیں اس پر بہت خوشی ہوئی۔ اس کے بعد دوا کا پیالہ ان کے لبوں پر رکھا گیا تو انہوں نے منہ موڑ کر پیالہ لبوں سے ہٹا دیا اور بلند آواز سے خود کلمہ شہادت پڑھ کر جان، جان آفرین کے سپرد کر دی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ انہیں بروز جمعرات (۱۹۔ جمادی الاوّل ۵۹۹ھ) دفن کیا گیا۔

حافظ ابوالعلاء نے درہم و دینار کو کبھی بھی اپنے پاس نہیں رکھا۔ عوام کی صلاح و فلاح کی انہیں ہر وقت فکر رہتی، جو کچھ آتا وہ اسی دن غرض مندوں اور ناداروں کو دے دیتے، مفلوک الحال لوگوں کی خدمت میں خرچ کر دیتے۔ مرنے کے بعد انہوں نے کوئی مال و منال نہیں چھوڑا بلکہ ان کا مکان بیچ کر ان کا قرضہ ادا کیا گیا۔

(معجم الادباء)

© rasailojaraid.com